عرب جمہوریہ مصر ۸ جمادی الاول ۱۴۴۱ھ

وزارت اوقاف ۳ جنوری ۲۰۲۰ء

اللہ کی معیت کے اسباب اور اثرات

اللہ کی معیت کی دو قسمیں ہیں: نگہبانی کی معیت، اور تائید و نصرت کی معیت، پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالی کے احاطہ علم میں ہے، ارشاد باری ہے: {وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ} "اور اللہ تعالی ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں"۔ دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے: {أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِن ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ} "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے۔ تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اللہ اس کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کی مگر اس کا چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کی اور نہ زیادہ کی مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں، پھر قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا بیشک اللہ تعالی ہر چیز سے باخبر ہے"۔ اور ارشاد باری ہے: {أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ} "کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے"۔

اور دوسری قسم سے مراد اللہ تعالی کی تائید ونصرت، توفیق اور حفاظت کی معیت ہے، اور یہ اللہ کے رسولوں، اس کے نیک بندوں کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس معیت کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کے برگُزیدہ بندوں کو حاصل ہوتی ہے، اللہ کریم نے اپنے دو نبیوں موسی اور ھارون علیہما السلام کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: {اذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي* اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى* فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى* قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَى* قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى} "اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں ہمراہ لیے ہوئے جا، اور خبر دار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے۔ جواب ملا کہ تم بالکل خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا"۔

اور جب موسی علیہ السلام کی قوم نے گمان کیا کہ فرعون اور اس کے لشکر نے انہیں پیچھے سے آن پکڑا ہے، اور وہ اس کی پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے کیونکہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر ہے، تو وہ بلند آواز سے بولے "ہم تو یقینا پکڑ لیے گئے"، موسی علیہ السلام نے اللہ کی تائید ونصرت پر پختہ یقین کے ساتھ جواب دیا کہ: {قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ} "موسی علیہ السلام نے کہا، ہرگز نہیں، یقین مانو، میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا"۔

اور اللہ کی یہی معیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفر ہجرت میں حاصل تھی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں نے مشرکین کے قدموں کی طرف دیکھا اور عرض کی اے اللہ کے رسول، اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے

قدموں کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو بکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے؟"، اور اسی بارے میں اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: {إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ} "اگر تم ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ انہیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری تعالی نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب ہے حکمت والا ہے"۔

اور بندہ مومن کا اللہ کی معیت میں ہونا کتنی بڑی بات ہے، اور جو اللہ کی معیت میں ہوتا ہے اسے اس بات کا کوئی خوف نہیں ہوتا کہ کون اس کے ساتھ ہے اور کون اس کے مخالف ہے، بندے کے لئے خدا کی معیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس تک رسائی حاصل کرنے کے ذرائع اختیار کرے جو اسے اس معیت الہی کے قابل بنا دے، اور اس کا سب سے اہم ذریعہ **اللہ تعالی پر پختہ ایمان ہے**، ارشاد باری ہے: {وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ} "اور یقینا اللہ تعالی مومنوں کے ساتھ ہے"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، روز آخرت اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے، اور ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا اثر انسان کے کردار اور لوگوں کے ساتھ اس کے

معاملات میں ظاہر ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے مال وجان کے بارے میں بے خوف ہوں"۔

اور اللہ کی معیت کا دوسرا ذریعہ **بندے کا تقوی اور احسان کی صفت سے متصف ہونا ہے**، ارشاد باری ہے: {إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ} "یقینا مانو کہ اللہ تعالی پرہیز گاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔ دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے: {وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ} "اور جان رکھو بے شک اللہ تعالی پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"۔ اور ارشاد باری ہے: {وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ} "اور یقینا اللہ تعالی نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔ اور تقوی سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ کام کیا جائے جو اللہ کی خوشنودی کا باعث بنے، اور ہر اس کام سے دور رہ جائے جو اس کی ناراضگی کا سبب بنے، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر تقوی کا مفہوم بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ} "ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتا اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالی پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکوۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں"۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے خلاف خفیہ تدابیر نہ چلو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو، اور اے اللہ کے بندوں آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دھوکہ دیتاہے اور نہ ہی اس کو ذلیل ورسوا کرتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقوی یہاں ہے، اور ایک بندے کے لئے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل ورسوا کرے، ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے"۔

جبکہ احسان کی حقیقت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں بیان فرمایاہے کہ: "احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا کہ تو اس کو دیکھ رہاہے، اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہاتو وہ تجھے دیکھ رہا ہے"، اس چیز سے انسان میں مکمل خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اسے مکمل یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کا رب اس کی خلوت و جلوت اور اس کی حرکات و سکنات میں اس سے لاعلم نہیں ہے، ارشاد باری ہے: {أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى} "کیاوہ جانتا نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہاہے"۔

اور اللہ کی معیت میں داخل ہونے کا تیسرا ذریعہ صبر ہے، ارشاد باری ہے: {وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ} "اور صبر کرو بیشک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے: {وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ * الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ * أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ} "اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"۔ اور ارشاد باری ہے: {وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ

بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ} "اور آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیں، بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، صبح کو جب آپ اٹھیں اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کریں"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جان رکھو کہ تمہارا ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنے میں بہت بڑی بھلائی ہے"۔ صبر نفس کو بے صبری، زبان کو شکوی و شکایت اور اعضائے بدنیہ کو بے چینی وبے قراری سے روکنا ہے، اور یہ چیز مجاہدہ نفس سے حاصل ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو صبر کرے گا اللہ تعالی اسے صبر کرنے کی طاقت عطا فرمائے گا اور کسی شخص کو صبر سے بڑی اور بہتر کوئی نعمت عطا نہیں کی گئی"۔

اور اللہ کی معیت اور قرب کے حصول کا چوتھا ذریعہ ضمیر کی بیداری ہے، زندہ ضمیر کا مالک شخص اس حقیقت کا علم رکھتا ہے کہ وہ سفر وحضر، خلوت وجلوت جہاں بھی ہو اس کا رب ہمیشہ اس کے ساتھ ہے، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اور کوئی ظاہری یا باطنی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے، یہی حقیقت اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کے ضمیر میں پختہ تھی جب دروازوں کو بند کر کے ان کے لئے گناہ کے تمام اسباب مہیا کر دیئے گئے تو انہوں نے اپنے رب کی پناہ مانگی جس کا ہر وقت اپنے ساتھ ہونے کا انہیں یقین کامل تھا، اور ان کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے: {إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لاَ يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ} "یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا"۔ اور عزیز مصر کی بیوی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا جسے قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ: {وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمْ} "میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال بچا رہا"۔ گناہ کو محسوس کرنے کی کیفیت کا پیدا ہو جانا ہی بہت بڑی بات ہے کیونکہ جب دنیا میں انسان کے اندر خوفِ خدا پیدا ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے گا، حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ: " مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، میں اپنے

بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا، اور نہ ہی اس پر امن وامان کی دو کیفیتیں اکٹھی کروں گا، اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں آخرت میں اسے خوف میں مبتلا کر دوں گا، اور اگر دنیا میں مجھے ڈر گیا تو میں آخرت میں اسے خوف سے محفوظ رکھوں گا"۔

اسی طرح **انسان ذکرِ الٰہی کے ذریعے بھی اللہ کی معیت میں داخل ہو جاتا ہے**، ارشاد باری ہے: {**فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ**} "لہذا تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور اگر وہ خلوت میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی خلوت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں"۔

برادرانِ اسلام!

بیشک اللہ کی معیت کے بہت بڑے اثرات ہیں جو دنیا و آخرت میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں کہ جو شخص اللہ کی معیت میں داخل ہو جائے اللہ تعالی اسے ہر شر سے محفوظ کر دیتا ہے اور اس سے ہر نقصان کو دور کر دیتا ہے، ارشاد باری ہے: { **الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ**} "وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"۔ اور ارشاد باری ہے: {**وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا**} "اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہو گا۔ اللہ تعالی اپنا کام پورا کر کے ہی

رہے گا"۔ اور ارشاد باری ہے: {أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ} "کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟"۔ جو شخص اللہ تعالی پر توکل کرے اور اس کی حفاظت پر مکمل یقین رکھے تو کوئی دشمن اس پر غالب نہیں آ سکتا اور نہ ہی اسے اپنے کسی مقصد میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب ہم مختلف انبیاء کرام کے بارے میں اللہ کریم کے فرامین میں غور وفکر کرتے ہیں تو ہمیں اللہ کی معیت، اس کی فضیلت اور اس کے اچھے اثرات کا علم ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے موسی علیہ السلام کو فرمایا: {وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي} "تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے"۔ اور ارشاد باری ہے: {وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي} "اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کے لئے پسند فرمالیا"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا: {وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا} "اور آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیں، بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں"۔ اور ارشاد باری ہے: {وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ} "پس آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنایئے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا اجر و مرتبہ ملے گا"۔

بے شک اللہ کی معیت میں حقیقی طور پر داخل ہونا اطمئنانِ دل، تسکین جاں اور نفسیاتی آرام کے حصول اور بے قراری، پریشانی اور بے سکونی سے دور ہونے کا سب سے اہم ذریعہ ہے، اور وہ شخص کس طرح پریشان ہو سکتا ہے جو صحیح اسباب کو اختیار کرتا ہے اور اس حقیقت کو جانتا ہے کہ تمام اختیار اس ذات کے قبضہ قدرت میں ہے جو جب کسی چیز کو کرنے کا ارادہ فرماتی ہے تو کہتی ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے، ؟، ارشاد باری ہے: {قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} "آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب

بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے"۔ اور ارشاد باری ہے: {ما يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} "اللہ تعالی جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے"۔

بندوں کا اللہ کی معیت کو محسوس کرنا اور اس کی عظمت و جاہ کو پیشِ نظر رکھنا ان کے لئے اور معاشرے کے لئے **امن وامان، پر امن بقائے باہمی اور نفسیاتی سلامتی** کا باعث بنتا ہے، کیونکہ جب بندوں کو یقینی علم ہو جائے گا کہ وہ اللہ کی نگاہ سے نہیں چھپ سکتے تو وہ راہِ راست پر قائم رہیں گے، ان کے اخلاق میں بہتری آئے گی، وہ اللہ کے اوامر کی پابندی کریں گے اور اس کی نواہی سے اجتناب کریں گے، اس کی حدود کی پاسداری کریں گے اور اسباب اختیار کریں گے، تاکہ دین کے ساتھ ان کی دنیا بھی سنور جائے، اور ایک فرد اپنے ساتھ، اپنے خاندان کے ساتھ، اپنے پڑوس کے ساتھ، اپنے ساتھیوں کے ساتھ، اپنے دوستوں کے ساتھ، معاشرے کے ساتھ اور تمام لوگوں کے ساتھ امن وسلامتی کے ساتھ زندگی گزارے گا، اور یہی اسلام کا پیغام ہے جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی تائید ونصرت کی معیت میں داخل فرما اور عالم اسلام کے تمام ممالک کی حفاظت فرما۔ آمین